﴿وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

طریق محبت

ازافادات

حضرت مولانا **پیر ذوالفقار احمد صاحب** نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

فہرست عناوین

شمار	عناوین	صفحہ
۱	دنیا کے محبوب کا حال	۷۶
۲	عاشق حقیقی کیا کرے	۷۷
۳	"ہمہ اوست" اور "توحید وجودی"	۷۹
۴	صدیق اکبرؓ کی دو باتیں	۸۰
۵	خواجہ بہاؤالدین بخاریؒ کا قول	۸۱
۶	بنیادی فرق	۸۱
۷	حسین قصابؒ	۸۲
۸	اسباق کی ترتیب	۸۳
۹	ایک دیہاتی کا واقعہ	۸۵
۱۰	نفی کامل کسے کہتے ہیں؟	۸۶
۱۱	مجدد الف ثانیؒ کی اصطلاح	۸۷

اللہ اللہ اللہ

اقتباس

خیالك فی عینی وذکرك فی فمی
ومثواك فی قلبی فاین تغیب

اے محبوب تیرا تصور میری آنکھوں میں اور تیرا تذکرہ میرے ہونٹوں پر اور تیری تصویر میرے دل میں تو بھلا مجھ سے کہاں دور ہو سکتا ہے، تو یہ ایک محبّ کی کیفیت ہوتی ہے چنانچہ اس کا جی چاہتا ہے کہ میں آنکھ بند کروں تو میرا محبوب نظر آئے اور آنکھ کھولوں تو محبوب نظر آئے

ا یسا عشق ملے تیرا محبوبہ
جدھو وکھاں سامنے تو ہووے
انکھاں میٹاں تو سامنے تو ہووے
انکھاں کھولاں تو سامنے تو ہووے

آنکھ کھولوں تو تجھے دیکھوں آنکھ بند کروں تو تجھے دیکھوں تو یہ فطرت ہے عاشق کی دیکھنا چاہتا ہے اب یہ تو ممکن تب ہے کہ محبوب بھی بندوں کی طرح کوئی بندہ ہو کہ وہ پاس رہ سکتا ہے مل سکتا ہے، یہاں تو معاملہ اللہ کی ذات کا ہے۔

﴿ازافادات﴾

حضرت مولانا پیر حافظ **ذوالفقار احمد صاحب** نقشبندی مجددی زید مجدہ

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد!

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
﴿وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

دنیا کے محبوب کا حال

دنیا کی ایک ترتیب ہے کہ جب بندے کو کسی سے محبت ہو تو وہ اسے پانا چاہتا ہے محبت اس جذبہ کا نام ہے جس کو محبوب ہر قیمت پہ حاصل کرنا چاہتا ہے، کیونکہ محبوب کے بغیر انسان کا جی نہیں لگتا، انسان کو سکون نہیں آتا، بس اس کا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے محبوب کے ساتھ رہوں، تو محبت کے میدان میں محبّ ہر کوشش کرتا ہے کہ مجھے محبوب مل جائے وہ وصل چاہتا ہے، اسی لئے وصل کی گھڑیاں اس کو تھوڑی نظر آتی ہیں اور ہجر کی راتیں لمبی نظر آتی ہیں، یہ دستور ہے دنیا کا چنانچہ اس محبوب کو پانے کے لئے اسے چاہے جتنا مجاہدہ کرنا پڑے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، ہمارے سامنے ایک اسٹوری ہے شیریں فرہاد کی کہ یہ صاحب پہاڑ کو توڑنے لگ گئے تھے کہ جی ہم پہاڑ کو توڑ کر اسمیں دودھ کی نہر نکال دیں گے تو لوگ اپنے محبوب سے وصل کرنے کی خاطر ہر کام کر گذرنے کو تیار ہوتے ہیں تمنا یہ ہوتی ہے کہ محبوب مل جائے اور اگر کسی وقت محبوب دور ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں اس کی یاد ہے ہمارے دل میں وہ سما گیا ہے ہمارے دماغ پہ وہ

چھا گیا ہے وہ کہتے ہیں دور بھی ہم ایسے ہوتے ہیں جیسے وہ ہر وقت ہمارے قریب ہے ۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

یہ فطرت ہے بندے کی عربی شاعر نے کہا

خيالك في عيني وذكرك في فمي
ومثواك في قلبي فاين تغيب

اے محبوب تیرا تصور میری آنکھوں میں اور تیرا تذکرہ میرے ہونٹوں پر اور تیری تصویر میرے دل میں تو بھلا مجھ سے کہاں دور ہو سکتا ہے، تو یہ ایک محبّ کی کیفیت ہوتی ہے چنانچہ اس کا جی چاہتا ہے کہ میں آنکھ بند کروں تو میرا محبوب نظر آئے اور آنکھ کھولوں تو محبوب نظر آئے

ایسا عشق ملے تیرا محبوبہ
جدھو وکھاں سامنے تو ہووے
انکھاں میٹاں تو سامنے تو ہووے
انکھاں کھولاں تو سامنے تو ہووے

آنکھ کھولوں تو تجھے دیکھوں آنکھ بند کروں تو تجھے دیکھوں تو یہ فطرت ہے عاشق کی دیکھنا چاہتا ہے اب یہ تو ممکن تب ہے کہ محبوب بھی بندوں کی طرح کوئی بندہ ہو کہ وہ پاس رہ سکتا ہے مل سکتا ہے۔

عاشق حقیقی کیا کرے

اس راستے میں محبت اس پروردگار کے ساتھ ہے کہ جس کو انسان دیکھ ہی نہیں سکتا تو اب سالک کے لئے مشکل بن گئی، دل کا تقاضہ کیا اور آگے حقیقت حال کیا تو پھر وہ آرزو کرتا ہے

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباس مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

تمنا کرتا ہے کبھی موقعہ ملتا ہم بھی محبوب کے قدموں پہ سر رکھ دیتے، اب اللہ رب العزت کے عشق میں اللہ کو پانے کی کیفیت کونسی ہے؟ یہ ایک عجیب نکتہ ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے چنانچہ ہمارے متقدمین حضرات فرماتے تھے کہ بھئی اتنا ذکر کرے کہ اپنے آپ کو بھی ذکر میں گم کر دے اپنی ذات ہی مٹ جائے جیسا کہ پنجابی شاعر نے کہا

رانجا رانجا کردیاں میں آپ وی رانجا ہوئی

یہ بندے کی کیفیت ہو جائے، چنانچہ کیوں کہ وہ حضرات عشق کی لائن کے آدمی تھے ہمت والے لوگ تھے وہ اللہ تعالی کو اتنا یاد کرتے تھے کہ اللہ تعالی ان کے دل میں سما جاتا تھا آنکھوں میں آجاتا تھا بس ہر چیز انہیں وہی نظر آتی تھی جیسا کہ زلیخاں کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ دیا تھا اسے ہر چیز یوسف نظر آتی تھی محبت کی وجہ سے تو بندے کا بھی یہی حال ہوتا ہے اس عشق میں کہ اللہ رب العزت کی محبت اس پر چھا جاتی ہے اس کے دل میں آجاتی ہے تو بندے کو پھر ہر وقت اللہ کا دھیان اللہ کا خیال اسی کی یاد اسی کی سوچ اسی کی باتیں بس دل میں سمائی رہتی ہیں وہ بندہ اپنے آپ کو ہی اسی میں گم کر بیٹھتا ہے

اس کیفیت کو ''نسیان'' کہتے ہیں اپنا آپ ہی یاد نہیں ہوتا ہے تو فنائیت میں یہی کیفیت ہوتی ہے، چنانچہ ایک صاحب گئے ڈاکٹر کے پاس تو ڈاکٹر نے ہاتھ دیکھنے کے بعد پوچھا جی آپ کا نام؟ اب انہیں اپنا نام یاد نہیں اب سوچ رہے ہیں ڈاکٹر کو کیسے بتائیں کہ مجھے اپنا نام یاد نہیں کہتے ہیں میرا نام عبداللہ لکھ لو تو اپنا نام عبداللہ لکھوا کر آئے کہ غلط نام لکھوائیں تو بری بات ہے عبداللہ تو ہے اس طرح انسان کو یہ نسیان کی کیفیت ہوتی ہے بھول جاتا ہے

ماں ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

محبوب یاد رہ جاتا ہے اپنا آپ ہی درمیان میں سے گم ہو جاتا ہے، تو محبت میں سالک کے اوپر یہ کیفیت بھی آجاتی ہے، چنانچہ جب اندر اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو باہر وہی کچھ نظر آتا ہے، یہ اصول یاد رکھیں جو انسان کے اندر ہوگا وہی چیز باہر ظاہر ہوگی، اندر گند بھرا ہوتا ہے تو اس کی آنکھیں باہر بھی انہیں چیزوں کو دیکھتی ہیں اور اندر اگر یکسوئی ہوتی ہے تو باہر بھی یکسوئی ہوتی ہے، چنانچہ ایسا سالک وہ اپنے من میں بھی اللہ کو یاد کرتا ہے انفس میں بھی اللہ کو یاد کرتا ہے اور اسے آفاق میں بھی وہی کچھ نظر آتا ہے، ہمارے بزرگوں نے کہا کہ جی ہمیں درختوں پہ اللہ لکھا نظر آتا ہے، عجیب مضمون لکھے انہوں نے کہ پانی کی جھنکار میں اللہ، تو پانی کی رفتار میں اللہ، مرغزار میں اللہ، تو فلاں میں اللہ، انہوں نے باقاعدہ مضامین لکھے کہ ہمیں ہر چیز میں اپنا محبوب نظر آتا ہے اور ان پر کیفیت بھی ایسی ہوتی تھی اب جب کیفیت ایسی ہوتی تھی تو وہ کہتے تھے جی ہمیں تو ہر چیز میں اللہ نظر آتا ہے، لہذا ان مشائخ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بس اللہ ہی اللہ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور انہوں نے پھر اشعار بنائے

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

''ہمہ اوست'' اور ''توحید وجودی''

چنانچہ جب یہ کیفیت ہوئی تو ان حضرات نے یہ الفاظ کہنے شروع کر دئے کہ ''ہمہ اوست'' سب وہی ہے، ''ہمہ اوست'' سے کیا مراد؟ مقصد ان کا یہ تھا کہ یہ کپڑا یہ بھی اللہ کا بنایا ہوا ہے مخلوق ہے یہ ہمیں اپنے خالق کی یاد دلاتا ہے ہر چیز کو دیکھ کر ہمیں وہی یاد آتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ماں فوت شدہ جوان بیٹے کے کمرے میں جائے تو ہر چیز کو دیکھ کر اسے اپنا بیٹا ہی یاد آتا ہے، تو کیفیت ایسی تھی کہ اللہ رب العزت کی محبت کا اتنا غلبہ ان کے دلوں پر تھا کہ انہیں ہر چیز اللہ کی طرف دھیان دلاتی تھی چنانچہ انہوں نے ''ہمہ اوست'' کہنا شروع کر دیا جب

اندر بھی ذکر اللہ اور باہر بھی آنکھیں اسی کو تلاش کر رہی ہیں تو خواب بھی اسی کے، خیال بھی اسی کے، چنانچہ ''ہمہ اوست'' کی ایک تھیوری چل پڑی اس کو لوگوں نے توحید وجودی بھی کہنا شروع کر دیا کہ بھئی اور کوئی نہیں بس وہی ہے غیر کی نفی کرو اور اللہ کا اثبات کرو چنانچہ مشائخ صوفیا میں بہت عرصہ یہ چیز زیر بحث رہی اس کو کہتے تھے ''ہمہ اوست'' اور ''توحید وجودی''۔

مشائخ نقشبند نے اس سے اختلاف فرمایا انہوں نے کہا کہ دیکھو دنیا کے محبوب کا پانا کچھ اور ہے اور اللہ رب العزت کا پانا کچھ اور ہے، ایک سا نہیں ہو سکتا، تم اسے دنیا کے محبوبوں پہ قیاس مت کرو مخلوق پہ اسے منطبق مت کرو اللہ، اللہ ہیں لہذا اس کا پانا کچھ اور ہے تو بحث چلی کہ اللہ کو پانا کیا ہے؟ اس پر اس امت میں سب سے بہترین کلام سیدنا صدیق اکبرؓ نے کیا۔

صدیق اکبرؓ کی دو باتیں

صدیق اکبرؓ کی کئی باتیں ہیں جو اس امت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، جن میں سے دو باتیں تصوف کی لائن کی بہت عجیب ہیں:

......(۱) ایک بات تو انہوں نے توحید کے بارے میں کی علماء امت متفق ہیں کہ اس سے اونچی بات اللہ کی عظمت کے بارے میں کوئی نہیں کر سکتا وہ کونسی بات؟ انہوں نے یہ کہا کہ(سُبُحَانَ مَنُ لَمُ یَجُعَلُ لِخَلُقِهٖ سَبِیُلاً اِلَّا بِالُعِجُزِ عَنُ مَّعُرِفَتِهٖ)[پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے عجز کے سوا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں بنایا] مشائخ امت نے کہا کہ توحید باری تعالی کے بارے میں اس سے بڑا کلام کوئی نہیں ہو سکتا ہے کہ جسے اللہ تک پہنچنا ہوگا عاجزی کے راستے سے اگر جائے گا تو اللہ کو پائے گا ورنہ اللہ کو نہیں پا سکتا، اس کلام کو پڑھ کر کتنی اللہ کی عظمت سامنے آتی ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے عاجزی کے سوا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں بنایا۔

......(۲) اور دوسرا کلام معرفت کے بارے میں ہے، اگرچہ امت کے بڑے

بڑے مشائخ نے عجیب وغریب کلام کئے، معرفت کی باتیں کیں، لیکن صدیق اکبرؓ کا کلام سب سے اونچا ہے، انہوں نے فرمایا کہ [اَلعِجزُعَن دَرکِ الذَّاتِ اِدرَاکٌ] (اللہ رب العزت کے ادراک سے عاجز آجانا یہی اس کا ادراک ہے)

چنانچہ انہوں نے کہا کہ بھئی جب بندہ اللہ کی معرفت کو پاتے پاتے ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کا دل کہتا ہے کہ میرے مولی تو میری پہنچ سے اونچا ہے، کہتے ہیں بس اب اس نے اللہ کو پالیا تو اللہ کا پانا یہی ہے کہ بندہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم اسے پا نہیں سکتے [اَلعِجزُعَن دَرکِ الذَّاتِ اِدرَاکٌ] کیا چند لفظوں میں بات سمیٹ کر رکھدی، وہ پروردگار اتنا بلند ہے اتنا بلند ہے کہ ہماری تمام کی تمام عبادتیں اور تعریفیں اللہ کی شان کے پردوں سے نیچے رہ جاتی ہیں اللہ اس سے بھی زیادہ اونچا ہے ہم اس کی شایان شان تعریفیں نہیں کر سکتے۔

یہ نہیں کہ وہ میری آنکھوں میں دل میں نظر آتا ہے یہ جو تم دیکھ رہے ہو یہ تو کچھ اور ہے۔

خواجہ بہاؤالدین بخاریؒ کا قول

چنانچہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جو بزرگ تھے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ نے پھر اس معرفت کو کھولا، انہوں نے اس کو یوں کہا جو کچھ دیکھا گیا سنا گیا یا جانا گیا، یعنی علمی طور پر جس کو جان لیا گیا، دیکھا گیا یا سنا گیا سب اللہ کا غیر ہے کلمہ لا کے نیچے لا کر اس کی نفی کرنی چاہئے۔

بنیادی فرق

اب دوسرے جو متقدمین کے سلوک تھے انمیں اثبات کا معاملہ تھا اس میں بھی وہی نظر آتا ہے اِس میں بھی وہی، مشائخ نقشبند نے بالکل اور بات کردی انہوں نے کہا نہیں ہمارے یہاں نفی ہے اثبات نہیں ہے، نفی سے کیا مراد؟ انہوں نے کہا نفی سے مراد یہ ہے کہ تم جو دیکھتے ہو سنتے ہو سوچتے ہو جو تمہارے دائرۂ تخیل

میں آسکتا ہے، وہ خدا نہیں ہے وھو سبحانہ وتعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء، اللہ اس سے بھی بلند ہے اس سے بھی بلند ہے اس سے بھی بلند ہے۔

حسین قصابؒ

چنانچہ مشائخ چشت میں ایک بزرگ گذرے ہیں حسین قصابؒ یہ جنید بغدادیؒ کے شیخ ثانی تھے جنید بغدادیؒ کے ماموں سری سقطیؒ ان کے شیخ اول تھے نسبت قطبیت انہوں نے اپنے ماموں سے پائی تھی پھر ان کی وفات کے بعد حسین قصابؒ سے تھوڑا اراستہ بنا تو فردیت کی نسبت ان سے ملی تو دونوں چیزوں کے وہ کامل بنے، حسین قصابؒ نے اپنا ایک مکاشفہ لکھا ہے جس میں وہ اسماء وصفات کا تذکرہ کرتے ہیں فرماتے ہیں،

ایک پہاڑ تھا اور سفر پہ جانے والا گھوڑے پہ سوار تھا انہوں نے استعارے میں باتیں کی ہیں گھوڑے سے مراد عشق کا گھوڑا کہ جانے والا بھی عشق کے گھوڑے پہ سوار تھا اور پہاڑ سے تشبیہ دی اسماء کو ان میں سے گذر کر ذات تک پہنچنا تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ وہ عشق کے گھوڑے پہ سوار سرپٹ اس نے گھوڑا دوڑایا پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے ان سب پردوں سے گذر کر بالآخر پہاڑ کی چوٹی کے اوپر ایک خیمہ تھا خیمہ سے مراد انکی صفات باری تعالی تھی کہ اللہ تعالی کی ذات ہے اور ذات کے گرد صفات ہیں تو انہوں نے ذات کو تشبیہ دی خیمہ کے اندر سے اور خیمہ کے باہری حصہ کو تشبیہ دی صفات سے اور اسماء کی سیر کرتے ہوئے گئے جب اس کی نظر خیمہ پر پڑی تو اس نے سرمست ہو کر خیمہ کے ارد گرد چکر لگائے اسلئے کہ وہ جانتا تھا کہ محبوب اس خیمہ کے اندر موجود ہے یہ انہوں نے استعارہ کے انداز میں اپنی معرفت بیان کی۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں یہ ساری داستان لکھ کر آخر پر فرمایا کہ حسین قصاب اگر ہزار سال بھی خیمہ کے گرد چکر لگاتا رہے تو بھی وہ محبوب کو نہیں پا سکتا اس لئے کہ محبوب خیمہ میں ہے ہی نہیں، پھر اس پر وہ فرماتے

ہیں کہ جو کچھ ہم مکاشفہ میں دیکھ سکتے ہیں تخیل میں دیکھ سکتے ہیں سوچ میں دیکھ سکتے ہیں ہر چیز مخلوق ہوگی خالق نہیں ہوسکتی، خالق اس سے اونچا ہے تو سلوک نقشبند کے اندر نفی کا پہلو زیادہ غالب ہے اور دوسرے سلاسل میں اثبات کا پہلو غالب ہے، ایسا کیوں ہے؟ ایسا اسباق کی وجہ سے ہے۔

اسباق کی ترتیب

سلسلہء نقشبند کے علاوہ کے جو اسباق ہیں ان کی ترتیب ایسی ہے کہ وہ پہلے لا الہ الا اللہ کا ذکر کراتے ہیں، یہ لا الہ الا اللہ کا ذکر جو ہے یہ جھاڑو کی طرح ہے جب لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو دل سے جو ظلمت اور مٹی ہوتی ہے سب دور ہوجاتی ہے دل صاف شفاف ہوجاتا ہے اسلئے وہاں بارہ تسبیح کرتے ہیں اور پاس انفاس کرتے ہیں، ہر بیعت ہونے والے سالک کو پہلا کام یہی دیا جاتا ہے نفی اثبات کا، یہ ایک اہم عمل ہے اور یہ اتنا اثر رکھتا ہے کہ یہ بندے کے باطن کو بالکل گناہوں کی آلائیشوں سے دھوکر رکھ دیتا ہے پاک کر کے رکھ دیتا ہے، جتنی صفائی بندے کو تہلیل سے حاصل ہوسکتی ہے اتنی صفائی کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتی یہ بنا ہی دلوں کو دھونے کے لئے ہے، چنانچہ وہ حضرات لا الہ الا اللہ کا ذکر سکھاتے ہیں جب ایک آدمی اپنے نفس کو قابو کرلیتا ہے مجاہدوں کے ذریعہ سے اور تہلیل کے ذریعہ سے اپنے دل کو صاف کرلیتا ہے تو اسکے بعد پھر وہ ذکر کرواتے ہیں الا اللہ، الا اللہ کا، لا الہ سے نفی ہوگئی اب الا اللہ سے اثبات شروع ہوگیا اب الا اللہ کا ذکر کرتے ہیں حتی کہ جب الا اللہ کا ذکر تے کرتے اور ترقی کرجاتے ہیں تو پھر اللہ اللہ کا ذکر شروع کردیتے ہیں تو اب آپ دیکھیں پہلے انہوں نے تہلیل سے کام لیا، دل کو صاف کردیا، اس کے بعد الا اللہ اور اللہ کا جو ذکر کیا اور مراقبے کیئے اللہ اللہ والے تو دل کے اندر پھر کونسے اثرات آکر بیٹھ گئے؟ اثبات کے، جب اندر اثبات ہوتا ہے تو باہر بھی وہی نظر آتا ہے کیونکہ اندر اللہ تھا وہی اللہ اللہ باہر بھی دکھتا ہے، دل میں تلاش جس چیز کی ہوتی ہے اس کو باہر نظر بھی

وہی آتا ہے پھر اسے پانی کی رفتار میں اللہ، تو ہوا کی جھنکار میں اللہ، ستاروں کی جھلملاہٹ میں اللہ چنانچہ انہیں ہر طرف اللہ اللہ اللہ نظر آتا ہے اسلئے ان مشائخ نے جو کہا سچ کہا جھوٹ نہیں کہا وہ جو دیکھتے تھے وہی کہتے تھے وہ دیکھتے ہی ایسے تھے ان کو پتوں میں اللہ نظر آتا تھا ان کو ہر چیز اللہ کی یاد دلاتی تھی لہذا انہوں نے کہا ہمہ اوست، بس بات ختم، اندر بھی اللہ باہر بھی وہی نظر آیا تو ہمہ اوست کا ایک سلسلہ چل پڑا بڑے کامل مشائخ تھے جنہوں نے یہ الفاظ کہے یہ سلسلہ چلتا رہا توحید وجودی اور ہمہ اوست یہ ایک نظریہ مشائخ طریقت کے اندر قابل قبول رہا اس زمانہ میں جو ذکر کرتا تھا یہی اس کی کیفیات ہوتی تھیں اور وہ اسی کے اوپر پکا ہوجاتا تھا۔

متأخرین کا سلسلہ آگیا متأخرین کے سلسلے میں اللہ رب العزت نے ان مشائخ کو جو اسباق کی ترتیب دی اور بتائی اور کھولی وہ الگ تھی وہ کیا تھی؟ انہوں نے ''اثبات'' سے شروع کیا انہوں نے کہا دیکھو بھئی تم تھوڑی دیر کے لئے ہر طرف سے اپنا ذہن خالی کرلو نہ زمین، نہ انسان، نہ حیوان، نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہے بس اللہ کی رحمت آرہی ہے دل میں سما رہی ہے دل کی ظلمت اور سیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل کہہ رہا ہے؟ اللہ اللہ اللہ یہ اثبات ہے، چنانچہ ساری مخلوق سے توجہ ہٹالی اور کدھر جمالی اللہ اللہ پر، تو اسباق کی ترتیب اس طرح پر ہوئی، چنانچہ مشائخ نقشبند نے جب مراقبہ میں لطائف پر اللہ اللہ کرایا تو اس اللہ اللہ کے ذکر کے اندر اللہ اللہ کا خیال پختہ ہوگیا، پھر مشائخ نے کہا کہ گو مخلوق سے توجہ ہٹ گئی اللہ اللہ کے ذکر پہ جم گئی مگر ہماری یہ اللہ اللہ کی کیفیت بھی تو اللہ نہیں ہے، یہ بھی تو غیر ہے انہوں نے کہا اس کو بھی مٹاؤ، کیسے مٹائیں؟ فرمایا تہلیل کے ذریعہ سے اس کی نفی کردو، تو مشائخ نقشبند نے اس سلوک میں اللہ اللہ کے مراقبہ سے کام شروع کروایا ساری مخلوق سے توڑ کر اللہ کی ذات پر اس کی توجہ کو جما دیا گیا جب اچھی طرح توجہ اللہ پر جم گئی اب کہا گیا لا الہ کا ذکر کر کے اس کی نفی کردو کہ یہ

بھی مخلوق ہے تو ان کے یہاں مراقبہ پہلے اور تہلیل بعد میں، چنانچہ سات مراقبے کرنے کے بعد پھر تہلیل کا سبق آتا ہے، تو مشائخ نقشبند نے اثبات سے کام شروع کیا اور نفی پر ختم کیا اور دیگر مشائخ نے نفی سے شروع کیا اور اثبات پر ختم کیا۔

ایک دیہاتی کا واقعہ

ایک دیہاتی بندہ آیا کسی شیخ کے پاس ذکر سیکھنے کے لئے نہ اس کے پاس علم تھا نہ سمجھ تھی بس ایک جذبہ تھا جنونی حد تک میں اللہ کی معرفت پانا چاہتا ہوں، تو شیخ نے اس کی طبیعت کو چند دن میں سمجھ لیا بلایا اچھا یہ بتاؤ تمہیں ساری دنیا میں سب سے زیادہ کس چیز سے محبت ہے؟ اس نے کہا بھینس سے، دیہاتی ایسے بھی ہوتے ہیں ان کو جانوروں کو پالنے کی وجہ سے جانوروں کے ساتھ بہت انسیت ہو جاتی ہے، میلوں کا سفر صرف جانوروں کو دیکھنے کیلئے کرتے ہیں، چنانچہ اس نے کہا جی مجھے بھینس سے بہت محبت ہے انہوں نے کہا اچھا پھر ایسے کرو کہ جا کر بیٹھ کر مراقبہ کرو، سوچو کہ میں بھینس ہوں، اس نے کہا بہت اچھا لو جی دیہاتی چلا گیا اور جا کر مراقبہ کرنے لگ گیا میں بھینس ہوں میں بھینس ہوں اب باقی لوگ بھی حیران جو علماء تھے جماعت میں سے کہ حضرت نے یہ کیا مراقبہ بتایا اس کو کہ میں بھینس ہوں اب وہ بھینس کا مراقبہ کر رہا ہے کئی دن کرتا رہا حتی کہ اس خیال میں اس کو فنائیت حاصل ہو گئی ایسا گم ہوا کہ ایک مرتبہ کمرے کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور شیخ نے اس کو بلایا بھئی سنو ذرا بات سنو کہنے لگا جی میں کیسے آؤں میرے تو سینگ اٹکتے ہیں یعنی یہ سوچ سوچ کر کہ میں بھینس ہوں میں بھینس ہوں اس کی ایسی سوچ ہو گئی کہ میرے سینگ ہیں اور دروازہ چھوٹا ہے میں اس سے کیسے گذر سکتا ہوں میں تو بھینس ہوں اب اس پر علماء اور حیران ہوئے کہ حضرت صاحب نے یہ کیا کیا اچھا بھلا بندہ تھا اس کو بھینس کے مراقبہ پہ لگا دیا، تو کسی عالم نے پوچھ لیا کہ حضرت اسمیں کیا حکمت ہے حضرت نے فرمایا دیکھو اس کا دل بھینس کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا اس کے پاس علم نہیں تھا اس کے پاس سمجھ نہیں تھی میں نے اسکے ذمہ وہ

کام لگایا جس پر اس کی توجہ جم جائے اور ساری دنیا سے ہٹ جائے لہذا اب ساری دنیا سے اس کی طبیعت ہٹ گئی اور بھینس کے اوپر جم گئی، اب ہم اس بھینس کو ذبح کریں گے تا کہ یہ اللہ تک پہنچے۔

بالکل اسی طرح ہمارے مشائخ ساری دنیا سے ہٹا کر مراقبہ پہ بٹھاتے ہیں نہ انسان نہ حیوان نہ شیطان کچھ بھی نہیں فقط رحمان کی رحمت آرہی ہے دل میں سما رہی ہے اور دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ اللہ توجہ اللہ پہ مرکوز کر دیتے ہیں چنانچہ ایسا وقت آتا ہے انسان پوری دنیا سے کٹ جاتا ہے اور اللہ اللہ میں ہی اپنی ذات کو گم کر بیٹھتا ہے اپنا نام ہی بھول جاتا ہے کئی دفعہ اس کی اپنی ایسی کیفیت ہو جاتی ہے اب جب ایسی کیفیت ہو جاتی ہے سات اسباق کے کرنے سے۔

نفی کامل کسے کہتے ہیں؟

اب قالب کا سبق جب کیا تو پورے وجود نے ذکر کیا انگ انگ نے ذکر کیا روئیں روئیں نے ذکر کیا تو اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ اللہ کی محبت کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی حضوری کی کیا کیفیت ہوتی ہو گی بس اللہ اللہ اللہ اس کے سوا کچھ یاد ہی نہیں ہوتا بندے کو ایسی کیفیت ہو جاتی ہے ہمارے مشائخ نے یہاں پہنچ کر کہا کہ بھئی تم باقی مخلوق سے تو کٹ گئے لیکن تمہارے اندر یہ جو اللہ کا ذکر آکر جما ہے یہ کیفیات بھی تو تمہاری مخلوق ہی ہے، ہم بھی مخلوق اور ہماری کیفیات بھی مخلوق انہوں نے کہا یہ بھی مخلوق ہے تو اس پہ بھی تو چھری پھیرنی ہے تو انہوں نے کہا کہ ساتویں کے بعد آٹھواں سبق جو ہے وہ تہلیل کا ہے لا الہ الا اللہ کا، اب لا الہ الا اللہ کا ذکر کرو اور اس کیفیت کی بھی نفی کر دو تا کہ نفی کامل نصیب ہو جائے، چنانچہ سالک اس کے بعد تہلیل خفی کا سبق کرتا ہے، تہلیل لسانی کا سبق کرتا ہے، اور روزانہ پانچ ہزار سات ہزار دس ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ کا اتنا ذکر کرتا ہے کہ اس کے اندر وہ جو کیفیت اللہ اللہ والی جو ہوتی ہے نا وہ بھی ختم ہو جاتی ہے، تو اس کو کہتے ہیں نفی کامل۔

اس کے بعد ہمارے سلوک میں جتنے اسباق ہیں وہ سارے فکر کے اسباق ہیں اللہ اللہ کے اسباق نہیں صرف فکر کے اسباق ہیں، لطیفہ پر فلاں تجلی نازل ہور ہی ہے بس اس خیال کے ساتھ بیٹھنا ہے، لہذا جس خیال کے ساتھ بیٹھیں گے کہ فلاں تجلی آرہی ہے تو [اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ] اللہ تعالی پھر وہ تجلیات دے بھی دیتے ہیں۔

تو سلسلہء نقشبند کا سیٹ اپ ایسا ہے، یہاں اثبات مقدم ہے اور نفی مؤخر ہے اُدھر نفی مقدم ہے اور اثبات مؤخر ہے، تو یہاں معرفت پھر کیا ہوئی اللہ کو پانا کیا ہوا [اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الذَّاتِ اِدْرَاکٌ]

مجدد الف ثانیؒ کی اصطلاح

یہ مشائخ نقشبند کے یہاں اللہ کی معرفت ہے اور اس کا نام مجدد الف ثانیؒ نے حسرت نایافت رکھا، کہ اللہ کی یافت یہ ہے کہ بندے کو حسرت نایافت نصیب ہو جائے، کیا اللہ کی عظمت کو انہوں نے کھولا ہے، بندہ بندہ ہے اللہ اللہ ہے۔

اب بزرگوں نے کہا کہ بھئی تم کہتے ہو نایافت کی باتیں اور ہمیں تو ہر چیز نظر آتی ہے ہم تو ہمہ اوست کہتے ہیں اب اس ہمہ اوست کے اوپر لمبی بحثیں چلیں حتی کہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے آکر اس بات کو ہمیشہ کے لئے طے کر دیا انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمہ اوست یہ کہنا کچھ اور چاہتے ہیں مگر کہہ ہمہ اوست رہے ہیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ''ہمہ از اوست'' یہ نہیں کہ سب وہی ہے سب اسی سے ہے، تو ''ہمہ از اوست'' کے الفاظ کہنے سے مسئلہ ہی حل ہو گیا تو پہلے ہمہ اوست کا تصور تھا بعد میں ''ہمہ از اوست'' انہوں نے کہا، جی ہم تو ''توحید وجودی'' کے قائل تھے امام ربانی نے فرمایا نہیں آپ توحید وجودی کے قائل نہیں تھے ''توحید شہودی'' کے قائل تھے آپ کو نظر ایسا آرہا تھا جبکہ ایسا ہے نہیں۔

تو یہ اکابر جو کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں یہ قابل احترام مشائخ ہیں مگر یہ کہنا چاہتے ہیں ہمہ از اوست اور کہہ رہے ہیں ہمہ اوست اور انہوں نے کہا کہ یہ توحید

وجودی لفظ کہہ رہے ہیں اصل میں یہ توحید شہودی ہے ان کا مشاہدہ ایسا ہو رہا ہے تو ان الفاظ کے بعد مشائخ چشت یا نقشبند یا متقدمین یا متأخرین سارے کے سارے اس بات کے اوپر متفق ہو گئے بحث کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

جس طرح فقہاء کے یہاں مسالک کا ایک خاص طریق ہے اسی طرح صوفیاء کے یہاں بھی اصول اور ضوابط ہیں ہمیں لہذا ہر ہر طریق کے اسباق ہیں اللہ تعالی ہمیں اکابر مشائخ کا دل سے احترام کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین